# یہ راز تھا مسلمانوں کا دنیا پہ حکومت کرنے کا

ادا ر یہ / شعیب میمن

''غیاث الدین بلبن' ایک دن شکار کھیل رہے تھے۔ تیر چلایا......اور جب شکار کے نزدیک گئے تو دیکھا کہ ایک نوجوان ان کے تیر سے گھائل گرا پڑا تڑپ رہا ہے۔ کچھ ہی پل میں اس گھائل نوجوان کی موت ہو جاتی ہے' پتہ کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ پاس ہی کے ایک گاؤں میں رہنے والی بزرگ کا اکلوتا سہارا تھا۔ اور جنگل سے لکڑیاں چن کر بیچتا اور جو ملتا اسی سے اپنا اور اپنی ماں کا پیٹ بھرتا تھا۔

غیاث الدین اس کی ماں کے پاس گیا' بتایا کہ اس کے تیر سے غلطی سے اس کے بیٹے کی موت ہوگئی۔ ماں روتے روتے بے ہوش ہوگئی۔ پھر غیاث الدین نے خود کو قاضی کے حوالے کیا اور اپنا جرم بتاتے ہوئے اپنے خلاف مقدمہ چلانے کی آزادی دی۔

قاضی نے مقدمہ شروع کیا...... بوڑھی ماں کو عدالت میں بلایا گیا اور کہا کہ تم جو سزا کہو گی وہی سزا اس مجرم کو دی جائے گی۔ بوڑھی عورت نے کہا کہ ''ایسا بادشاہ پھر کہاں ملے گا جو اپنی ہی سلطنت میں اپنے ہی خلاف مقدمہ چلائے۔ اس غلطی کیلئے جو اس نے جان بوجھ کر نہیں کی۔ آج سے غیاث الدین ہی میرا بیٹا ہے اور میں اسے معاف کرتی ہوں۔''

قاضی نے غیاث الدین کو بری کیا اور کہا...... ''اگر تم نے عدالت میں ذرا بھی اپنی بادشاہت دکھائی ہوتی تو میں اس بڑھیا کے حوالے نہ کر کے خود ہی سخت سزا دیتا''۔

اس پر غیاث الدین نے اپنی کمر سے خنجر نکال کر قاضی کو دکھاتے ہوئے کہا...... ''اگر تم نے مجھ سے مجرم کی طرح رویہ نہ اپنایا ہوتا اور میری بادشاہت کا خیال کیا ہوتا تو میں تمہیں اسی خنجر سے موت کے گھاٹ اتار دیتا''۔

یہ راز تھا مسلمانوں کا دنیا پہ حکومت کرنے کا!

# تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار

......ایوب بیگ مرزا

ستائیس رجب المرجب کو خلافت کے ادارے کو ختم ہوئے قمری لحاظ سے سو سال ہو جائیں گے۔ یہ سانحہ جانکاہ 3 مارچ 1924ء کو پیش آیا تھا۔ اتفاق سے امسال بھی مارچ اور رجب اکٹھے آئے ہیں۔ جس سے زیاں کا احساس رکھنے والوں کے زخم پھر ہرے ہو گئے ہیں۔ اس سے پہلے کہ ہم اس حوالے سے اپنے دردِ دل کو قرطاس منتقل کریں' ہمیں اپنے ہاں کے ان سیکولرز اور مغرب سے مرعوب ''دانشوروں'' کو جواب دینے کی ضرورت ہے جو بار ہا یہ کہہ چکے ہیں کہ مسلمانوں کی تاریخ میں کارکردگی اور حیثیت کیا ہے؟ جب ہم مسلمانوں کے عظمتِ رفتہ کے الفاظ لکھتے یا بولتے ہیں تو وہ اعتراض اٹھاتے ہیں اور مزاحیہ انداز میں کہتے ہیں کہ کون سے عظمت تھی جس کے چلے جانے پر یہ لوگ اظہارِ افسوس کر رہے ہیں۔ وہ کب تھی' کیسی تھی؟ گویا وہ یوں ہمارے زخموں پر نمک چھڑکتے بلکہ انہیں کریدتے ہیں۔ لہٰذا سقوطِ خلافت پر اپنے دل کے پھپھوڑے پھولنے سے پہلے ان کا منہ بند کرنا انتہائی ضروری ہے۔ ہمارا یہ دعویٰ ہے اور بلاخوف تردید ہے کہ انسانی تاریخ میں جتنے طویل عرصہ تک مسلمان عالمی قوت رہے کوئی دوسری قوم نہیں رہی۔ کبھی سپریم پاور آف دی ورلڈ کی حیثیت سے اور کبھی محض سپر پاور بن کر۔ جس کی مختصر ترین الفاظ میں روداد یہ ہے کہ خلافتِ راشدہ کا آغاز 632ء میں ہوا اور حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں اسلامی ریاست تین براعظموں تک پھیل چکی تھی۔ خلافتِ راشدہ کے بعد بنو امیہ اور بنو عباس کے دور میں بھی اسلامی سلطنت وسیع ہوتی چلی گئی۔ آخر میں سلطنت عثمانیہ قائم ہوئی جسے ختم ہوئے اب ایک صدی مکمل ہوئی ہے۔ عربوں اور ترکوں کی خلافت کے ادوار کے درمیان میں مسلمانوں کا معاملہ یہ رہا کہ سپین میں انہوں نے تقریباً آٹھ سو سال راج کیا۔ پھر کبھی ایوبی سلطنت قائم ہوئی اور کبھی سلجوقی حکمران بنے۔ ہندوستان میں 900 سال تک غزنوی' غوری اور مغل حکمران رہے۔ گویا ایک عرصہ تک مسلمانوں کا معاملہ یہ رہا۔

جہاں میں اہلِ ایمان صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

مذکورہ نام نہاد دانشوروں سے یہ سوال ہے کہ کیا کوئی کارکردگی اور حیثیت نہ رکھنے والی قوم سپریم پاور آف دی ورلڈ بن سکتی ہے۔ بات طویل ہو جائے گی وگرنہ فلسفہ، طب اور جراحی میں مسلمانوں کے عظیم کارناموں پر ضخیم کتابیں تحریر کی جا سکتی ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ غرناطہ کی لائبریریوں سے علم یورپ منتقل ہوا۔ آج وہاں سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی میں اسی علم کا وافر حصہ ہے۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہم ''پدرم سلطان بود'' کے قائل ہیں۔ ہم با آوازِ بلند اعتراف کرتے ہیں کہ گزشتہ دو یا اڑھائی صدیوں سے مسلمان زوال پذیر ہیں اور بری طرح ذلت و رسوائی کا سامنا کر رہے ہیں۔ لیکن ماضی میں امتِ مسلمہ کی عظمت پر اگر کوئی سوال اٹھاتا ہے تو وہ یا تو تاریخ سے نابلد ہے یا کاذب ہے جو ایک بدیہی حقیقت کا منکر ہے۔

سلطنتِ عثمانیہ **1299**ء میں قائم ہوئی اور **1924**ء تک قائم رہی۔ گویا یہ عظیم سلطنت سوا چھ سو سال قائم رہی۔ آخری نصف صدی یا پون صدی بیچ میں سے نکال دی جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ ساڑھے پانچ سو سال یہ عظیم الشان سلطنت شان و شوکت بھی رکھتی تھی اور حکمرانوں کی رٹ پر بھی کوئی سوالیہ نشان نہیں تھا۔

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ خلافتِ راشدہ کا نظام مثالی اور آئیڈیل تھا' لیکن بعدازاں اس میں آہستہ آہستہ ملوکیت در آئی جو بنو عباس کے دور میں خالص ملوکیت بن گئی۔ لیکن شرعی نظام قائم رہا' قانونی سطح پر قرآن اور سنت کو بالادستی حاصل رہی اور عوام اس نظام کی برکت سے مکمل طور پر نہ سہی لیکن کافی حد تک مستفید ہوتے رہے۔ اس کے علاوہ خلافت کا نظام مسلمانوں کو ایک مرکزیت' طاقت اور اتحاد کا جواز فراہم کرتا تھا۔ تاریخ کے صفحات پر یہ حقائق موجود ہیں کہ **1896**ء میں جب عالمی صیہونی کانفرنس میں یہ فیصلہ ہوا کہ سلطنت عثمانیہ سے فلسطین میں یہودیوں کی آبادکاری کی اجازت لی جائے گی۔ اس فیصلے کے تناظر میں صیہونی تنظیم کا بانی تھیوڈور ہرزل دو دفعہ خلیفۂ وقت عبدالحمید دوئم کے پاس یہ پیشکش لے کر آیا کہ آپ ہمیں فلسطین میں یہودیوں کو بسانے کی اجازت دے دیں تو ہم سلطنت عثمانیہ کے سارے قرضے اتار دیں گے اور ترقیاتی پروگراموں کیلئے مزید رقم بھی دیں گے۔ لیکن خلیفہ عبدالحمید دوئم نے اس کے جواب میں تاریخی الفاظ کہے تھے کہ میں اپنے جسم کا کوئی حصہ کاٹ کر دے سکتا ہوں لیکن یہ ہرگز برداشت نہیں کر سکتا کہ امت کی امانت میں سے کوئی حصہ آپ کو دے دوں۔ حالانکہ اس وقت خلافتِ عثمانیہ حالتِ نزع میں تھی' لیکن پھر بھی اس کی اتنی طاقت تھی کہ یہودیوں کو فلسطین کی طرف میلی آنکھ سے دیکھنے کی بھی جرأت نہ ہوئی اور نہ وہ اسرائیل کی جانب ایک قدم بھی اٹھا سکے۔ اسرائیل کی بنیاد اس وقت پڑی جب خلافتِ عثمانیہ ختم ہو گئی۔ خلافت کی کتنی اہمیت اور طاقت تھی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مولانا محمود الحسنؒ جب مالٹا میں اسیر تھے تو انہوں نے ایک انگریز آفسر سے کہا کہ آپ لوگ اس کمزور سی خلافت کے اتنے مخالف کیوں ہیں؟ اس نے جواب دیا: ''مولانا! آپ اتنے بھی بھولے نہ بنیں۔ کیا ہمیں نہیں معلوم کہ خلافت میں جب خلیفہ جہاد کا حکم دے گا تو ساری دنیا سے مسلمان جہاد کیلئے اکٹھے ہو جائیں گے''۔ یہ بھی خلافت کی برکت تھی کہ البانیہ' کوسووو' مقدونیہ' یونان' ہنگری' بوسنیا' رومانیہ' بلغاریہ' سلواکیہ' پولینڈ' آسٹریا سمیت بیشتر یورپی علاقوں کے مغربی شہری اسلام کے فطری قوانین اور اسلام کے نظامِ عدل سے متاثر ہو کر ہی مسلمان ہوئے تھے۔

آیئے اب اس بات کا جائزہ لینے کی کوشش کرتے ہیں کہ مسلمان کیوں زوال پذیر ہوئے اور آج کیوں دشمنانِ اسلام امتِ مسلمہ کے جسد کو نوچ رہے ہیں۔ علامہ اقبالؒ جب کہتے ہیں:

چاک کر دی ترکِ ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی مسلم کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ

چشمِ تصور سے دیکھیں تو یوں لگتا ہے کہ علامہ نے یہ شعر کہہ کر غم اور اندوہ سے اپنا گریبان چاک کر لیا ہوگا۔ درحقیقت خلافت کے ادارہ کے خاتمے کے بعد امت ایک بے گور و کفن لاشہ ہے اور یہود و ہنود اور نصاریٰ اس لاشے کی بے حرمتی سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ بہرحال آج یہ ایک حقیقت ہے اور ہمارے نہ تسلیم کرنے سے کوئی فرق واقع نہیں ہوگا۔ سقوطِ خلافت کی وجہ جسے علامہ اقبال نے شاعری کی زبان میں سادگی کہا ہے۔ وہ حقیقت میں انیسویں صدی کے ترکوں کی نااہلی ہے' عاقبت نااندیشی ہے' یہ محنت و مشقت اور جفاکشی کو ترک کر کے عیش و عشرت میں پڑ جانا ہے۔ دولت اور اقتدار کی ہوس نے ان کی آنکھوں کو نہیں دلوں کو اندھا کر دیا تھا۔ وہ بھول

گئے کہ دولت واقتدار سایہ کی مانند ہوتے ہیں جو جگہ بدلتا رہتا ہے۔ مسلمان طویل عرصے تک مقتدر رہنے کی وجہ سے اقتدار وغلبہ کو اپنا استحقاق سمجھنے لگے۔ انہوں نے اپنی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کی صلاحیت کھودی۔ وہ دوست ودشمن میں تمیز کرنے کے قابل بھی نہ رہے۔ دوسری طرف عام مسلمانوں کی بھی یہ سادگی ہی تھی کہ وہ اب اسلام کے فطری قوانین اور نظامِ عدل کو خیر باد کہہ کر مغربی مہم کے زیر اثر جمہوریت' سیکولر قانون اور نظریات کی بجائے نسلی ریاست کی بات کر رہے تھے۔ اس کا ردعمل خلافتِ اسلامیہ کے دوسرے علاقوں میں بھی علاقائی تعصب کی صورت میں ظاہر ہوا اور مصر' حجاز' شام' دیگر عرب علاقوں کے علاوہ یورپ کے علاقوں میں بھی نسلی اور علاقائی بنیادوں پر تحریکیں اٹھائی گئیں۔ حالانکہ مسلمانوں کیلئے بہتر یہ تھا کہ وہ نسلی یا علاقائی بنیادوں پر تقسیم ہونے کی بجائے دینی اور نظریاتی بنیادوں پر متحد رہتے تو وہ آج بھی دنیا میں سپر پاور ہوتے' لیکن یہ ان کی سادگی ہی تھی کہ انہوں نے اسلام اور خلافت پر علاقائیت اور نسل کو ترجیح دے کر خود کو یہود ونصاریٰ کے استحصالی پنجوں میں قید کر لیا اور اب ان تمام علاقوں کے مسلمان بالواسطہ مغرب کی غلامی پر مجبور ہیں۔ جبکہ جب تک یہ دینی اور نظریاتی بنیادوں پر متحد تھے تو یہ مغرب پر حکمرانی کر رہے تھے۔ لیکن نادان مسلمان اس سنہری نظام کے خلاف غیروں کے جھوٹے اور بے بنیاد پروپیگنڈا سے متاثر ہو کر مغربی جمہوریت اور سیکولرازم کی طرف بلا سوچے سمجھے بڑھنے لگے۔ وہ اس حقیقت کا ادراک نہ کر سکے کہ ان کا زوال خلافت کے نظام کی وجہ سے نہیں بلکہ دین سے دوری اور اپنے کردار کی وجہ سے ہے اور حضور اکرم ﷺ کے قول مبارک کے مطابق وہن کی بیماری میں مبتلا ہونے کی وجہ سے ہے جس سے دنیا سے محبت اور موت سے کراہیت پیدا ہو جاتی ہے۔

انتہائی افسوسناک امر یہ ہے کہ خود ترکوں کے باپ یعنی اتاترک نے خلافت کے اس ادارے کو اپنے ہاتھوں سے دفنایا۔ سلطنتِ عثمانیہ کے آخری دور میں تقریباً تمام سول اور فوجی عہدوں پر ایسے لوگ موجود تھے جو دشمنوں کے مفادات پورے کر رہے تھے۔ خاص طور پر جنگ عظیم اول میں ان غداروں نے سلطنتِ عثمانیہ کو توڑنے اور ختم کرنے میں بنیادی رول ادا کیا۔ مغرب کے کئی محاذوں پر ایسے غدار جرنیلوں نے محض دشمن کو فتح دلوانے کیلئے ہتھیار ڈال دیے اور کئی علاقوں میں دشمنوں کو فائدہ پہنچانے کیلئے خواہ مخواہ جنگ چھیڑی گئی جس کا الٹا نقصان عثمانی سلطنت کو ہوا۔ مصر کے محاذ پر بھی سلطنتِ عثمانیہ کو اندرونی غداروں کی وجہ سے شکست ہوئی۔ جہاں تک عرب باغیوں کا تعلق ہے تو اس حوالے سے شریف مکہ اور آلِ سعود کا ذکر خاص طور پر کیا جاتا ہے جو صرف علاقائی تعصب کی بنیاد پر سلطنت عثمانیہ کے خلاف بغاوت کر رہے تھے اور اس بغاوت کے پیچھے بھی دشمن کا ہاتھ لارنس آف عریبیہ اور ہمفرے کی صورت میں موجود تھا جو برطانوی خفیہ ایجنسی کے جاسوس تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ دشمن دونوں طرف کھیل رہا تھا یعنی ایک طرف ترکی میں ینگ موومنٹ کے ذریعے ترک قوم پرستی کا نعرہ لگوا رہا تھا اور دوسری طرف اس کے ردعمل میں عرب علاقوں میں عرب قوم پرستی کو ہوا دے رہا تھا۔ یہ ممکن ہے کہ آلِ سعود اور شریف مکہ میں پہلے سے اقتدار کی خواہش ہو اور اس خواہش کو دشمن نے خلافتِ عثمانیہ کو توڑنے کیلئے استعمال کیا ہو۔ ان عرب باغیوں کو بغاوت کھڑی کرنے کیلئے تمام تر اسلحہ بارود اور فوجی تربیت مغربی خصوصاً برطانوی سی آئی اے دے رہی تھی۔

خلافت کو ختم کرنے کیلئے دشمنوں نے جتنی کوششیں کیں ان کا مقصد دنیا میں جمہوریت کا قیام نہیں تھا اور نہ انسانیت کو عدل وانصاف مہیا کرنا تھا بلکہ اصل مقصد پوری دنیا پر اپنی بالادستی قائم کرنا تھا۔ ظاہر ہے اس کیلئے ان کو ایک ایسے نظام کی ضرورت تھی جو بظاہر بڑا دلفریب ہو' لیکن اصل میں مقاصد اس گروہ کے پورے کر رہا ہو جس کے پنجے میں اب پوری دنیا ہے۔ لہٰذا پوری دنیا پر سرمایہ دارانہ نظام کا غلبہ اصل مقصد تھا۔ بظاہر انہوں نے کہیں جمہوریت قائم کی اور کہیں بادشاہتیں۔ لیکن دنیا پر اصل غلبہ اس وقت سرمایہ دارانہ نظام کا ہے جو پوری دنیا کی اقوام کو کنٹرول کر کے ایک مخصوص گروہ کی عالمی حکومت کے قیام کا راستہ ہموار کر رہا ہے اور انسانیت سرمایہ دارانہ نظام کے استحصالی شکنجے میں جکڑی جا چکی ہے۔ اس سے نجات دلانے کی اصل ذمہ داری اس بہترین امت کے کندھوں پر ہے جسے انسانیت کی خاطر برپا کیا گیا اور خصوصاً اس واحد اسلامی ایٹمی طاقت پر جس کے بانی نے بسترِ مرگ پر فرمایا تھا: ''اب یہ پاکستانیوں کا فرض ہے کہ اس ملک خداداد کو خلافتِ راشدہ کا نمونہ بنائیں تاکہ اللہ اپنا وعدہ پورا کرے اور مسلمانوں کو دنیا کی خلافت عطا کرے''۔ بقول مصورِ پاکستان:

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

# سقوطِ خلافت عثمانیہ

## (سوال وجواب کی ایک نشست)

سوال: سقوطِ خلافت میں مسلمانوں کی سادگی کا کس حد تک قصور ہے؟

مختار حسین فاروقی: اصل میں خلافت کا خاتمہ ایک لمبی اسلام دشمن تحریک اور غیر مسلموں بالخصوص یہود کی سازش کے نتیجے میں ہوا۔ مسلمانوں کے ابتدائی دور میں کچھ سائنسی ترقی ہوئی تھی لیکن یہود بھی سوئے نہیں تھے بلکہ وہ ہماری دشمنی میں آگے بڑھتے رہے۔ یہود کے اپنے مقاصد تھے۔ انہوں نے اس قبل 1092ء میں بھی بیت المقدس مسلمانوں سے چھین لیا تھا۔ اس کے بعد ان کا منصوبہ تھا کہ مسلمانوں کی بغداد کی عالمی حکومت کو بھی ختم کر دیا جائے لیکن اللہ نے ایسا انتظام کیا کہ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے ذریعے 1190ء میں بیت المقدس مسلمانوں کو واپس دلوا دیا۔ اس سے ان کا منصوبہ فیل ہو گیا۔ اگرچہ اس کے دوسرے حصے پر انہوں نے عمل درآمد کروایا کہ منگولوں کو دعوت دی اور ان کو لاجسٹک سپورٹ کا وعدہ کیا جس کے نتیجے میں ہلاکو خان 1258ء میں آیا اور اس نے بغداد کو نیست و نابود کر کے آخری عباسی خلیفہ کو قتل کر دیا۔ دوسری طرف سپین میں مسلمانوں کی حکومت شان سے کھڑی تھی جو 1492ء تک رہی۔ سپین کے مسلم دورِ حکومت میں بھی بہت ساری سائنسی ترقی ہوئی جس سیکھ کر یہود نے 1492ء تک کافی طاقت حاصل کر لی تھی۔ پھر انہوں نے مغرب کو اپنے پنجے میں لے کر مسلمانوں کے خلاف استعمال کرنا شروع کیا اور مسلمانوں کو 1492ء کے بعد کسی طرح بھی سائنس کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیا گیا۔ ان کو خانہ جنگی وغیرہ جیسے کاموں میں الجھائے رکھا گیا۔ چنانچہ سقوطِ خلافت سے چار پانچ صدیاں پہلے مسلمانوں نے سائنس میں کوئی ترقی نہیں کی۔ جو حضرت امیر معاویہؓ نے نیوی بنائی تھی وہ بھی کمزور ہو گئی۔ ہندوستان کی زمین پر مغلوں کی حکومت تھی لیکن سمندر پر انگریز کی حکومت تھی اور یہودی انگریز پر غالب تھے۔ زمینی سفر خطرناک تھے اس لیے یہاں کے حکمران حج کو بھی نہیں جاتے تھے اورنگ زیب جیسا حکمران حج نہیں کر سکا۔ 1215ء میں یہود نے اپنے لیے زندہ رہنے کا حق بقائے باہمی کی بنیاد پر میگنا کارٹا کی صورت میں برطانوی حکومت سے منظور کرا لیا جس کے بعد ان کو تحفظ مل گیا۔ اس کے بعد سائنسی ترقی ہوئی۔ پھر یہودیوں نے محسوس کیا کہ یورپ کی ترقی میں بھی ہمارے لیے خطرہ ہے اس لیے انہوں نے مہم چلا کر پروٹسٹنٹ کے نام پر عیسائی میں ایک فرقہ پیدا کر لیا جو کہ صرف نام کے عیسائی ہیں' حلال حرام میں بھی کوئی تمیز نہیں کرتے۔ 1605ء میں انہوں نے بینک آف انگلینڈ قائم کر کے سود کو حلال قرار دے دیا۔ اس سے پہلے پیپر کرنسی آ چکی تھی۔ ہنٹگٹن اپنی کتاب ''تہذیبوں کا تصادم'' میں لکھتا ہے کہ 1750ء تک وہ تمام علاقے جن پر مسلمانوں کی حکومت نہیں تھی مغرب کے قبضے میں آ چکے تھے۔ یعنی صرف وہ علاقے جو سلطنت عثمانیہ میں تھے یا جن پر صفوی اور مغل حکمران تھے وہ مسلمانوں کے پاس تھے باقی سارے علاقے اور سمندروں پر مغرب کا قبضہ ہو چکا تھا جس کی وجہ سے سلطنت عثمانیہ کو گھیرنے میں ان کو بہت آسانی ہوئی۔ اس وقت مسلمان باقی دنیا سے رابطہ نہیں رکھتے تھے' نہ سائنسی ترقی تھی جبکہ دشمن نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ پھر 1800ء سے دو دہائیاں قبل روس نے مسلمانوں کے علاقوں پر قبضہ کرنا شروع کیا اور کاشغر سے جارجیا تک سارے علاقے انہوں نے فتح کر لیے اور باقی علاقے جنگ عظیم اول میں شکست کے بعد مغرب کے پاس چلے گئے۔ اس میں مسلمانوں کی کوتاہیاں تھیں جنہوں نے خارجی اور داخلی حالات میں ان کو کمزور کیا۔ سائنس میں ترقی نہیں کی' لوگوں کو ساتھ نہیں ملایا جس کی وجہ سے جب دشمن نے حملہ کیا تو وہ شکست کا شکار ہوئے اور خلافت ان کے ہاتھوں سے نکل گئی۔

ایوب بیگ مرزا: علامہ اقبالؒ نے اپنے ایک شعر میں جیسے پوری داستان بیان کر دی ہے۔

چاک کر دی ترکِ ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی مسلم کی دیکھ' اوروں کی عیاری بھی دیکھ

مسلمانوں کی نااہلی' عاقبت نااندیشی' کمزوریاں' ان کا عیش و عشرت میں پڑ جانا' ان کی محلاتی سازشیں' مسلمانوں کا دشمن کی کارگزاریوں پر نظر نہ رکھنا' دوست دشمن میں پہچان نہ کر سکنا' ان تمام کوتاہیوں کو اقبالؒ نے سادگی قرار دیا ہے۔ یعنی اس وقت کے حالات کا ادراک نہ کرنا ہی سادگی ہے۔ وہ یہ سمجھ نہ سکے کہ دشمن ہمارے ساتھ کیا کر رہا ہے۔ علامہ اس سادگی میں حکمرانوں کے ساتھ ساتھ عوام کو بھی شامل کر رہے ہیں اور یقیناً عوام سادگی کا شکار ہوئے ہیں۔ عوام اس وقت کے ذرائع ابلاغ اور مغربی پروپیگنڈا

کی سازش کو سمجھ نہ سکے۔ خلافت کا نظام کئی صدیاں قائم رہا اور اس نے یورپ بالخصوص مشرقی یورپ میں اپنی جگہ اس طرح بنالی کہ وہاں کے لوگ اسلام کے فطری نظام سے متاثر ہو کر مسلمان ہونے لگے۔ البانیہ اور کوسووہ جیسے مسلم ممالک آج بھی یورپ میں موجود ہیں' یہ اسی دور میں مسلمان ہوئے۔ لیکن یہ مسلمانوں کی سادگی ہی تھی کہ وہ اسلام کے اس فطری نظام کے مقابلے میں اب بھی مغربی پروپیگنڈا کے زیر اثر جمہوریت' سیکولر آئین اور نیشنل ازم کی آواز اٹھانے لگے۔ حالانکہ خلافت کے فطری نظام نے ہی انہیں یورپ پر بھی غالب کیا تھا لیکن مسلمان اپنی نادانی اور سادگی کی بناء پر مغربی پروپیگنڈے کی رو میں بہہ کر خود ہی مغرب اور یہود کے پنجہ استحصال کے شکار ہو گئے اور اسی طرح خلافت کے ساتھ ساتھ ہی ان کی طاقت اور غلبہ بھی ختم ہو گیا۔

سوال: نظامِ خلافت کے انہدام میں غیروں کی سازشوں کا کتنا قصور تھا؟

رضاء الحق: اسلام کا سیاسی نظام روز اول سے ہی اسلام دشمن قوتوں خصوصاً یہود اور پروٹسٹنٹ عیسائیوں کو کسی صورت قابل قبول نہیں تھا۔ ہنٹگٹن نے ''تہذیبوں کا تصادم'' 1997ء میں لکھی اور نیو ورلڈ آرڈر کی اصطلاح بش سینئر نے 1990ء کی دہائی میں استعمال کرنا شروع کی لیکن اصل میں یہ اپنی ابتدائی شکل میں بہت پہلے ہی موجود تھا۔ تھیوڈر ہرزل نے عالمی صیہونی تنظیم کی بنیاد رکھی اور 1896ء میں یہودی پروٹوکولز طے ہوئے۔ اگلے سال عالمی صیہونی کانفرنس بلائی گئی جس کے بعد نیو ورلڈ آرڈر دنیا پر نافذ کرنے کی تیاری کر لی گئی۔ تاریخ یہ ثابت کرتی ہے کہ جو کچھ انہوں نے پروٹوکولز میں طے کیا تھا اس کے بعد ہو بہو اسی طرح اب تک عمل ہو رہا ہے۔ صیہونی تنظیم کا ایک شخص البرٹ پائیک تھا جس نے 1860ء میں ہی یہ کہہ دیا تھا کہ ہم عنقریب ایک عالمی جنگ عظیم چاہ رہے ہیں جس کے مقاصد یہ ہوں گے:

-1 خلافتِ عثمانیہ کو ختم کرنا۔

-2 یہود کو ارضِ مقدس میں آباد کرنے کیلئے باقاعدہ اعلان جاری کروانا جو بعد میں بالفور ڈیکلریشن کی صورت میں سامنے آیا۔ برطانوی فوج کے جنرل ایلن بی نے تسلیم کیا کہ فلسطین پر برطانوی قبضہ ہوتے ہی یہودی آ کر آباد ہونا شروع ہو گئے تھے۔

-3 خلافتِ عثمانیہ کے زیرِ کنٹرول جتنے علاقے ہیں ان کو چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کرنا۔

-4 مستقبل میں مزید عالمی جنگیں شروع کروانا۔

یعنی اس صیہونی نے اگلے سو سال کا روڈ میپ دے دیا تھا۔ اسی طرح آرتھر پونسن بی نے 1928ء میں ایک کتاب لکھی جس کا عنوان تھا:

**"Falsehood in War-Time, An assortment of lies circulated throughout the nations during the Graet War"**

اس کتاب میں اس نے انکشافات کیے کہ جنگ عظیم اول میں اتحادی افواج (برطانیہ' فرانس اور روس) کی طرف سے جو پروپیگنڈا کیا گیا کہ ہم جنگ نہیں چاہتے' ہمارا دشمن جنگ چاہ رہا ہے' وہ devils ہیں۔ ان کو ختم کرنا ضروری ہے' ہم تو بڑے اعلیٰ مقصد کیلئے جنگ کر رہے ہیں وغیرہ۔ وہ صرف دھوکہ تھا۔ پہلی جنگِ عظیم میں آمنے سامنے عیسائی تھے لیکن جنگ کے بعد جغرافیائی تبدیلی صرف مسلم علاقوں میں آئی۔ یعنی جنگ کا سارا ملبہ صرف مسلمانوں پر گرا ہے۔ بالفور ڈیکلریشن ایک پوری پلاننگ کا حصہ تھا کہ یہودیوں کو فلسطین کے اندر آباد کرنا ہے۔ اس کیلئے ان کے نزدیک سب سے بڑی رکاوٹ خلافتِ عثمانیہ تھی حالانکہ وہ اپنے آخری دور میں بہت کمزور ہو چکی تھی اور دم توڑ رہی تھی لیکن اس کے باوجود بھی اس کی وجہ سے مسلمانوں کی مرکزیت موجود تھی جس سے دشمن خوفزدہ تھے۔ انہوں نے خلافتِ عثمانیہ کو جنگ میں گھسیٹنے کیلئے باقاعدہ روس کا استعمال کیا۔ 1906ء میں برطانیہ نے روس کے ساتھ ڈیل کی کہ تم ہمارے ساتھ مل کر خلافتِ عثمانیہ اور جرمنی سے لڑو۔ اگر تم ہمارے ساتھ ملتے ہو تو پھر آیا صوفیہ ہم تمہارے حوالے کر دیں گے۔ چنانچہ روس ان کے ساتھ مل گیا کیونکہ وہاں آرتھوڈاکس عیسائیوں کی حکومت تھی۔ وہاں ابھی بالشویک ریوولوشن نہیں آیا تھا۔ چونکہ خلافت عثمانیہ کی یونان اور روس کے ساتھ بہت پرانی جنگ چلی آ رہی تھی اس لیے سلطنت عثمانیہ کی مجبوری بن گئی کہ وہ دوسرے فریق یعنی جرمنی کے ساتھ مل جائیں۔ سلطنت ایک طرف محلاتی سازشوں میں گھری ہوئی تھی اور دوسری طرف دشمن کے ایجنٹوں نے ینگ ترک موومنٹ بھی شروع کرا رکھی تھی جس کا نعرہ سیکولر نظام تھا۔ وہ کہتے تھے کہ خلافت پرانے زمانے کی باتیں ہیں اس کو ختم کیا جائے۔ اس موومنٹ میں مصطفیٰ کمال پاشا بھی شامل تھا۔

سوال: خلافتِ عثمانیہ کے خاتمے میں ترکی کے غداروں اور عرب باغیوں کا کیا رول رہا؟

ایوب بیگ مرزا: سلطنتِ عثمانیہ 1299ء سے 1924ء تک تقریباً سوا چھ سو سال قائم رہی۔ اس میں سے آخری صدی کو نکال دیجیے تو اس سے پہلے سلطنتِ عثمانیہ کا مرکز بہت محفوظ تھا۔ یعنی وہ لوگ حکمران تھے جو خلافت' سلطنت اور حکومت کے ساتھ مخلص تھے۔ اس وقت تک باہر کے غداروں یا دشمنوں کے لوگ حکومتی عہدوں پر نہیں آسکتے تھے۔ لیکن آخری صدی میں دشمن کے ایجنٹ عثمانی محل تک رسائی میں کامیاب ہو گئے اور فیصلوں پر اثر انداز ہونے لگے جس کے نتیجے میں بہت سے ایسے لوگ اعلیٰ عہدوں تک پہنچ گئے جو خلافت اور مسلمانوں سے مخلص نہیں تھے بلکہ وہ صرف بیرونی اشاروں پر کام کر رہے تھے۔ دوسری طرف دشمن نے اپنے ایجنٹوں کے ذریعے ینگ ترک موومنٹ شروع کروائی جو خلافت کی بجائے جمہوریت' سیکولر آئین اور نیشن سٹیٹ کی حامی تھی۔ ان چیزوں نے خلافتِ عثمانیہ کو اندرونی طور پر کھوکھلا کر دیا تھا۔ پھر فوج میں اعلیٰ عہدوں پر جو غدار تھے وہ بلا جواز جنگی محاذ کھولتے گئے اور پھر ہتھیار ڈالتے گئے۔ یوں سلطنتِ عثمانیہ سکڑتی چلی گئی۔ جہاں تک عرب باغیوں کا معاملہ ہے تو اس حوالے سے شریف مکہ اور آلِ سعود کا نام سرفہرست ہے جنہوں نے علاقائی اور نسلی بنیادوں پر بغاوت کھڑی کی اور اس کے پیچھے لارنس آف عربیہ اور ہمفرے کی صورت میں دشمن کا ہاتھ واضح ہے۔ انہوں نے عرب نیشنلزم کو ابھارا کہ تم عرب ہو' عرب اسلام کی جنم بھومی ہے' اسلام پر تمہارا حق ہے۔ برطانوی حکومت نے عرب باغیوں کو اسلحہ اور تربیت دی۔ چنانچہ عثمانی سلطنت داخلی غداریوں' بغاوتوں اور بیرونی سازشوں میں گھر کر بالآخر ختم ہو گئی۔

سوال: کیا سرمایہ دارانہ نظام اور جمہوریت کو پروموٹ کرنے کیلئے خلافت کو ختم کرنے کی سازش کی گئی؟

رضاء الحق: میں بہت حد تک اس سے اتفاق کرتا ہوں کیونکہ سیکولرازم' کیپٹلزم اور مغربی جمہوریت کے پس پردہ صیہونی ہاتھ واضح ہے۔ جب برطانیہ میں Renaissance اور ریفارمیشن کی تحریکیں چلی تھیں تو ان کے ذریعے صیہونیوں نے وہاں مذہب اور ریاست کو علیحدہ کروا دیا تھا۔ جیسے اقبالؒ نے کہا:

فرنگ کی رگِ جاں پنجہ یہود میں ہے

اس وقت برطانیہ ہی فرنگ کا امام تھا۔ چنانچہ جب انہوں نے چرچ اور ریاست کو علیحدہ کیا تو بینک آف انگلینڈ بھی بنایا' چرچ آف انگلینڈ بھی بنایا۔ اس کو پھر پھیلانا شروع کر دیا۔ یعنی سیاسی' معاشی اور معاشرتی لیول پر انہوں نے وہی نظام رائج کرنا شروع کر دیا۔ ان کے پاس طاقت موجود تھی اور مزید طاقت حاصل کر رہے تھے۔ پھر انہوں نے مستقبل کی منصوبہ بندی کر کے پہلے خلافتِ عثمانیہ کو ختم کیا اور اس کے بعد اسرائیل کی بنیاد رکھی۔ اب وہ گریٹر اسرائیل اور دجالیت کی عالمی حکومت کی طرف بڑھ رہے ہیں لیکن قرآن میں ارشاد ہے:

''اب انہوں نے بھی چالیں چلیں اور اللہ نے بھی چال چلی۔ اور اللہ تعالیٰ بہترین چال چلنے والا ہے'' (آل عمران)

یعنی یہ ساری پلاننگ بالآخران کیلئے گریٹر قبرستان کا باعث بننے والی ہے۔ واللہ اعلم

سوال: دورِ حاضر میں احیائے خلافت کے راستے میں رکاوٹیں ڈالنے کیلئے دشمنانِ اسلام کیا کیا حربے استعمال کر رہے ہیں؟

مختار حسین فاروقی: اس وقت دنیا میں مغرب کا غلبہ ہے اور اس کے پیچھے یہود ہیں۔ مغرب نے 1776ء میں سٹیم انجن ایجاد کر لیا تھا۔ اس کے بعد ریلوے آ گئی' پھر ٹیکنالوجی آ گئی اور دنیا پر ان کا قبضہ ہو گیا۔ پھر 1890ء کی دہائی تک جب ان کو محسوس ہوا کہ اب مسلمان ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے تو پھر انہوں نے آپس میں کئی معاہدے کیے اور پروٹوکولز آف دی ایلڈرز آف دی زیون کے مطابق اگلے ایک سو سال کی منصوبہ بندی کی۔ لیکن ان کے اس منصوبے کے ساتھ کئی دوسرے کام بھی ہوئے ہیں۔ مثلاً 1898ء میں ایک معاہدے کے تحت ہانگ کانگ کو 99 سال کیلئے چین سے لے لیا گیا' چین کی بندرگاہ بھی بند کر دی گئی۔ یہ معاہدہ 1997ء میں ختم ہوا اور ہانگ کانگ کو آزادی ملی ہے۔ اسی طریقے سے ایک معاہدہ لوازن طے پایا جس میں سو سال کیلئے ترکی کو باندھ دیا گیا کہ وہ اپنے علاقے میں تیل تلاش نہیں کر سکتا اور نہ بحری راستوں پر محصولات لاگو کر سکتا تھا۔ یہ معاہدہ بھی 2023ء میں ختم ہونے والا ہے۔ یعنی یہودی پروٹوکولز میں اگلے سو سال کی جو منصوبہ بندی تھی کہ ہم نے اس عرصے میں دنیا پر قبضہ کر لینا ہے۔ اس دوران انہوں نے دنیا کی توجہ اپنے منصوبوں سے ہٹانے کیلئے کھیل کود کو رواج دیا' ریڈیو' فلم' ٹی وی' سینما' تھیٹر سمیت ہر چیز کو استعمال کیا۔ اب جدید IT ٹیکنالوجی

سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ جیسے موبائل اور خصوصاً امتِ مسلمہ ان مشاغل میں غرق ہے۔ جب خلافت ختم ہوئی ہے تو اتاترک نے نماز اور مساجد وغیرہ پر پابندی لگا دی تھی۔ وہ پابندی 1980ء کی دہائی میں آ کر ختم ہوئی ہے۔ ان کا خیال تھا کہ دو نسلیں مر جائیں گی تو وہ نظریہ ہی ختم ہو جائے گا۔ یہ دوسری بات ہے طیب اردگان اور اس طرح کے لوگ اس کو زندہ کر رہے ہیں۔ اسی طرح باقی مسلمانوں کی اسلام وابستگی قائم ہو رہی ہے۔ کیونکہ اللہ کا منصوبہ یہی ہے کہ اسلام دوبارہ غالب ہو کر رہے گا۔ ایک جماعت ایسی رہے گی جو غلبہ اسلام کی جدوجہد کرتی رہے گی۔ لیکن دشمن بھی مسلمانوں کو مشغول اور گمراہ رکھنے کیلئے ہر حربہ استعمال کر رہا ہے۔ خاص طور پر انٹرنیٹ مسلم ممالک میں سب سے زیادہ سستا ہے۔ اب کورونا کی وجہ سے ایک سال ہو گیا ہے کاروبار بند ہیں لیکن مغرب کا انٹرنیٹ کھلا ہے، وہ کما رہا ہے۔ اب تعلیم انٹرنیٹ پر ہو گئی ہے اور سارے کام آن لائن ہو رہے ہیں اور ان کو گھر بیٹھے منافع مل رہا ہے۔

**سوال:** کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ امت مسلمہ متحد ہو کر احیائے خلافت کیلئے جدوجہد کرے اور نبی کریم ﷺ کی احادیث کا مصداق بننے کی کوشش کرے؟

**مختار حسین فاروقی:** بالکل! اب وقت آ گیا ہے۔ کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اسلام غالب ہوگا۔ یہ الٰہی منصوبہ ہے۔ کچھ منصوبے انسان بناتا ہے اور کچھ منصوبے انسان کو بنانے والا بناتا ہے۔ حدیث کے مطابق مسلمانوں پر پانچ ادوار آئیں گے۔ ان میں سے ایک غلامی والا دور ہے جس سے ہم نکل رہے ہیں۔ البتہ ابھی اس کے اثرات باقی ہیں اور یقیناً خلافت کا دور آنا ہے کیونکہ یہ اللہ کا منصوبہ ہے اور اللہ کے رسول ﷺ نے اس کی خبر دی ہے۔ جب سے یہود اپنے سو سالہ منصوبے کو لیکر چل رہے ہیں تو اللہ کا منصوبہ بھی اس کے ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ بہرحال ہوگا وہی جو اللہ چاہے گا۔ اسی دوران ایسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے نظریاتی سطح پر انسانیت کو بیدار کیا۔ ان میں علامہ اقبالؒ، مولانا مودودیؒ اور ڈاکٹر اسرارؒ جیسے لوگ بھی شامل ہیں۔ مغرب نے ڈارون کے نظریے کے تحت انسان کو حیوان ناطق قرار دے دیا تھا لیکن ان لوگوں نے دنیا کو باور کروایا کہ نہیں انسان اور اس کی پیدائش کا مقصد اس سے کہیں زیادہ عظیم ہے۔ اس حوالے سے اقبال کی اسرار خودی اور رموز بے خودی انتہائی اہم ہیں۔ یہ ان کی اتنی مؤثر کتابیں ہیں کہ ان کے استاد پروفیسر نکلسن نے ان کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے اور علامہ اقبالؒ سے ہی پری فیس لکھوایا۔ وہ کتاب دنیا بھر میں پھیلی جس پر امریکی ڈاکٹر ہربرٹ نے تبصرہ لکھا کہ امریکہ میں اب بلیوں اور کتوں پر باتیں ہو رہی ہیں اور میڈیا میں کارٹون دکھائے جاتے ہیں لیکن مشرق میں ایک انسان ایسا ہے جو انسان کی عظمت اور خودی پر بات کر رہا ہے۔ اس کے بعد دوسرے لوگ بھی سامنے آئے جنہوں نے اسلام کے نظریے کو پھیلایا ہے۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا مودودیؒ، ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے انسانی ذہنوں میں پھر فکر کو تازہ کیا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے 1912ء میں نظم لکھی کہ

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

**سوال:** قیامِ خلافت کیلئے نبی اکرم ﷺ کی احادیث پر ہمیں کس طرح عمل کرنا چاہئے؟

**ایوب بیگ مرزا:** مسلمانوں کے تمام دشمنوں کا اصل ٹارگٹ مسلمانوں کی مرکزیت کو ختم کرنا ہے۔ ہماری بقاء اسی میں ہے کہ ہم اس مرکزیت کو قائم کریں۔ اس کی مثال دیکھیں کہ صیہونی تنظیم کا بانی تھورڈ ہرزل دو مرتبہ خلیفہ عبدالحمید ثانی کے پاس یہ آفر لے کر آیا کہ آپ ہمیں فلسطین میں یہودیوں کو بسانے کی اجازت دے دیں ہم سلطنت عثمانیہ کے سارے قرضے اتار دیں گے اور ترقیاتی پروگراموں کے لیے مزید رقم بھی دیں گے۔ یعنی انہوں نے ایک جال پھینکا تھا کہ اگر ہمیں فلسطین میں ایک قدم اندر رکھنے کی اجازت دے دی جائے تو آگے کام ہم خود کر لیں گے۔ اس پر سلطان عبدالحمید ثانی نے بڑی زبردست شٹ اپ کال دی اور کہا کہ فلسطین میں یہودیوں کو آباد ہونے کی کسی صورت اجازت نہیں دے سکتا۔ یہ زمین مسلمانوں نے بڑی قربانیاں دے کر حاصل کی ہے۔ یہ میری ملکیت نہیں بلکہ مسلمانوں کی ملکیت ہے۔ میں چھری سے اپنے جسم کے ٹکڑے کاٹ کر کسی کو دے سکتا ہوں لیکن مسلمانوں کی اس زمین کے ٹکڑے نہیں کر سکتا۔ اس وقت حالانکہ خلافت اس قدر کمزور ہو چکی تھی لیکن اس کے باوجود یہ دشمن کے عزائم میں رکاوٹ تھی کیونکہ اس کی وجہ سے مسلمانوں کی مرکزیت قائم تھی۔ آج ہمیں یہی ذہن، یہی سوچ، یہی فکر رکھنے کی ضرورت ہے کہ ہمارا سب سے پہلا کام یہی ہو کہ ہم ایک دفعہ پھر اپنے مسلکی، نسلی، علاقائی تعصبات کو ختم کر کے اس مرکزیت کو قائم کرنے کی کوشش کریں۔ ہم اس بات پر متفق ہوں کہ مسلمانوں نے اسلام دشمنوں

کا مقابلہ کرنا ہے اور نبی اکرمﷺ کی احادیث کو سامنے رکھ کر جدو جہد کرنی ہے۔ نبی اکرمﷺ کا فرمان ہر حال میں پورا ہو کر رہے گا۔ اللہ نے اس کیلئے کسی سے تو کام لینا ہی ہے۔ لہٰذا ہمارے پاس جنت کمانے کا موقع ہے ہم اسے حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم نبی کریمﷺ کی جماعت کے ساتھ کھڑے ہونے کی بجائے دشمن کی جماعت میں کھڑے ہوں۔ صرف ایک بات اپنے ذہن میں رکھیں کہ ہم نے اسلام کا جھنڈا بلند کرنا ہے اور نبی اکرمﷺ کے صحیح غلام اور خادم بن کر اسلام کی سربلندی کیلئے سب کچھ کرنا ہے۔ کسی ایک فقہ کیلئے نہیں بلکہ نظریہ اسلام کیلئے اور اسلام کو بحیثیت نظام نافذ کرنے کیلئے جدو جہد کرنی ہے۔ اس لیے کہ اسلام کا سیاسی نظام ہی ہے جو دشمن کو جواب دے سکے گا۔ اگر سیاسی نظام آئے گا تو پھر معاشی نظام بھی آ جائے گا۔ البتہ ہمیں معاشرتی نظام سیاسی نظام سے پہلے قائم کرنا ہو گا کیونکہ معاشرتی نظام ایک فرد اور خاندان سے شروع ہوتا ہے۔ یعنی معاشرت بدلے گی تو سیاست بھی بدلے گی۔ اور سیاست بدلے گی تو معیشت بھی بدلے گی۔ ہم ان مراحل سے گزرتے ہوئے یہ کام کریں تو پھر ہم میں اتحاد پیدا ہو گا' ہم آہنگی پیدا ہو گی' صرف اسی صورت میں ہم ایک جہت پہ کام کر سکیں گے اور پھر ہم دشمن کو شکست دے سکیں گے۔ کیونکہ نبی اکرمﷺ آخری نبی اور رسول ہیں اور مسلمان آخری امت ہیں اس لیے یہ کام مسلمانوں سے ہی لیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

# تبدیلیٔ نظام کا فقط ایک ہی راستہ

......خواجہ محمد اسلم

خالقِ کائنات کا ارشاد ہے:

''جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے اللہ تعالیٰ انہیں بدترین گندگی میں مبتلا کر دیتا ہے'' (یونس: 100)

قرآنِ حکیم کی رو سے جب آدمی زمینی حقائق کا غور سے جائزہ نہیں لیتا یا ان سے کسی مصلحت کی بنا پر نظریں چرا لیتا ہے تو اس کے حواس اور دل و دماغ میں ہم آہنگی برقرار نہیں رہتی اور عقل ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔ اس صورتِ حال میں آدمی کا فیصلہ درست نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق ایسا آدمی نجس یعنی بدترین گندگی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جب ایسی غلطی لیڈر حضرات کرتے ہیں اور قوم احتجاج نہیں کرتی تو پوری کی پوری قوم نجس میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ اس کی زندہ مثال پاکستانی قوم ہے۔

کیا یہ سچ نہیں کہ ہمارے ملک کو چاروں جانب سے دشمنوں نے گھیر رکھا ہے۔ ایک طرف یہودیوں نے اسی دشمن نمبر ایک نامزد کر رکھا ہے تو دوسری طرف نصرانیوں نے اعلان کیا ہوا ہے کہ آئندہ پچاس سال تک دنیا کے نقشے میں پاکستان نام کا کوئی ملک نہ ہو گا۔ علاوہ ازیں' ہمارا ازلی دشمن بھارت ہے جس نے پاکستان کے وجود کو کبھی تسلیم نہیں کیا اور ہمارے وجود کو مٹانے کی فکر میں کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ داخلی طور پر ہمارے ہاں گلی گلی میر جعفروں اور میر قاسموں کے ڈیرے ہیں اور ہمارے لیڈرانِ کرام ان تمام خطرات سے غافل یا بے نیاز ہو کر صرف دولت کی ہوس میں بدحواس ہو کر ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہیں۔ دوسرے لفظوں میں' لیڈروں کی خود غرضی و ہوس زر پرستی اور ہمارے عوام کی غفلت و بے حسی نے ملک کو ایک ایسے مقام پر لا کھڑا کیا ہے کہ قوم تباہی کے گڑھے میں گرنے کیلئے ایک دھکے کی منتظر ہے۔

کچھ علاج اس کا بھی اے چارہ گراں ہے کہ نہیں؟

اصل یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی جمالیاتی' تخلیقی فعلیت کا شاہکار ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے اس شاہکار سے شدید محبت کرتا ہے۔ اس نے انسان کو فکر و عمل اور ارادہ و اختیار کی آزادی دے کر اس دنیا میں بھیجا ہے تاکہ وہ اس دوران اپنے اعمال سے فیصلہ کر لے کہ اس نے دارالآخرت میں موت سے مبرا اپنی اصل زندگی مسرت و شادمانی سے معمور جنت قرۃ العین میں کرنی ہے یا آتشکدہ جہنم میں۔ انسان سے شدید محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی چاہت یہ ہے کہ انسان امتحان گاہ دنیا میں حسین اعمال کر کے اپنے آپ کو جنت کیلئے پیراستہ کرے۔ اس مقصد کے حصول کیلئے لازم تھا کہ انسان دنیا میں زندگی گزارنے کیلئے ضروری اشیاء مثلاً روٹی' کپڑا' مکان' پانی' بجلی' گیس وغیرہ وغیرہ کے حصول کے چکر میں ہی نہ پڑا رہے' بلکہ اس کشمکش سے بے نیاز ہو کر قرآن حکیم کے احکام و قوانین اور ہدایات و تعلیمات پر عمل کر کے اپنے آپ کو جنت قرۃ العین کیلئے پیراستہ

کرے۔ رب العلمین نے اس مقصد کیلئے اسے دنیا میں زندگی گزارنے کیلئے احسن نظام عطا کیا جس پر عمل کرنے سے قومی سرمایہ گردش کرتا ہوا گراس روٹ تک پہنچ جاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں ہر فرد معاشرہ کو بنیادی ضروریات کی اشیاء بغیر زیادہ تگ ودو کے حاصل ہوتی رہتی ہیں۔

سرمایے کی حقیقت یہ ہے کہ ایک قوم کے تمام افراد کی محنت ومشقت کا حاصل مجموعی طور پر اس ملک کا سرمایہ ہوتا ہے۔ معاشرہ ایک جسم ہے تو سرمایے کی حیثیت خون ایسی ہے۔ جس طرح ایک جسم کی صحت وتندرستی' نشو ونما اور ارتقاء کیلئے خون کا جسم کے نازک ترین حصے میں پہنچنا ناگزیر ہے اسی طرح ایک معاشرے کی صحت وتندرستی' نشو ونما اور بقاء وارتقاء کیلئے سرمایے کا گراس روٹ تک پہنچنا ضروری ہے۔ دوسرے لفظوں میں قومی دولت کی گردش سے معاشرے کے ہر فرد کا مستفید ہونا لازمی امر ہے۔ یہ اسلامی معیشت کا مرکزی نقطہ ہے۔

پورے کے پورے نظامِ اسلام کو بیان کرنے کیلئے تو وقت درکار ہے۔ یہاں یہ بتانے پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ قرآنِ حکیم کے وہ کون سے اصول ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر تمام افراد معاشرہ ملکی دولت سے مستفید ہو سکتے ہیں' یہاں تک کہ ملک میں بکری کا بچہ تک بھوکا نہیں رہتا۔ دنیا اس صداقت و واقعیت کا مشاہدہ کر چکی ہے اور تاریخ اس بات کی گواہ ہے۔ نظامِ اسلام کے وہ بنیادی اصول مندرجہ ذیل ہیں:

1- امیر وغریب کیلئے یکساں عدل واحسان کا نظام قائم کرنا۔

2- مال ودولت جمع کر کے رکھنا نہ اسراف کرنا۔

3- سود کو حرام مطلق سمجھنا اور بغیر سود سرمایہ کاری کرنا۔

4- ہر صحت مند فردِ معاشرہ کا محنت ومشقت کر کے روزی کمانا۔

5- ہر شخص کا اپنی محنت کے حاصل کا بلا شرکت غیرے مالک ہونا۔

6- اشیائے صرف (Utility Items) کو قیمتِ خرید (Cost Price) پر لوگوں کو مہیا کرنا۔ ان پر ٹیکس لگانا' ان کا ذخیرہ کرنا اور نہ قیمتیں بڑھانا۔ (تاکہ لوگوں کو بنیادی ضروریات کی اشیاء سستے داموں ملتی رہیں)۔

ان اصولوں پر عمل پیرا ہونے سے معاشرے سے ظلم واستحصال کا مکمل خاتمہ ہو جاتا ہے اور سرمایے کی گردش میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہتی۔ ہر فردِ معاشرہ کی بنیادی ضروریات بہ احسن پوری ہوتی ہیں اور ملک سے غربت کا معنوی لحاظ سے مکمل خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اندرونی وبیرونی قرضہ جات اور ان کی وجہ سے ذلت وخواری اور غلامی سے مکمل نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ ان حالات کا منطقی نتیجہ امن وسلامتی ہے۔ نگاہ میں رہے کہ لفظ اسلام کے لغوی معنی ہی امن وسلامتی کے ہیں۔

رائج الوقت سرمایہ داری نظام (Capitalism) پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ کسی ذہین مخلوق نے عقلِ عیاری سے کام لیتے ہوئے اسلامی اصولوں کی ضد (Contrariety) پر اس نظام کی عمارت تعمیر کی ہے اور مسلم امہ کی غفلت اور بے حسی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس طاغوتی نظام کو تمام دنیا میں رائج کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ اسلامی نظام کی ضد پر بنائے گئے اصول مندرجہ ذیل ہیں:

1- عدل واحسان قائم کرنا مگر ''خود اپنے لیے اور زمانے کیلئے اور''۔

2- ہر جائز وناجائز طریقے سے مال ودولت حاصل کرنا اور جمع کر لینا۔

3- خود محنت ومشقت نہ کرنا اور اس پر اترانا

4- محنت ومشقت کرنے والوں کو ''کمی'' یا ''کمینہ'' سے منسوب کرنا اور اس کی محنت کا حاصل خود وصول کرنا۔

5- ظلم واستحصال اور سودی سرمایہ کاری سے دوسروں کا حاصلِ محنت حاصل کرنا۔

6- زندگی گزارنے کیلئے عوام کی بنیادی ضروریات کی اشیاء یعنی اشیائے صرف (Utility Items) کی سپلائی اور قیمتوں میں رکاوٹیں کھڑی کرنا' ان پر ٹیکس لگا کر یا ذخیرہ اندوزی کر کے ان کی قیمتیں آسمان پر لے جانا تا کہ غریب عوام سے ان کی پائی پائی چھین لی جائے۔

ان شیطانی اصولوں پر عمل کرنے کا منطقی نتیجہ ارتکازِ دولت ہے۔ علم الاقتصادیات کی رو سے ارتکازِ مال و دولت یعنی دولت کو جمع کر کے اس کی گردش میں رکاوٹ ڈالنا معاشرے میں کینسر کا باعث ہے۔ اس بیماری کی موجودگی میں کوئی انسان قرآن حکیم کے احکام وقوانین اور ہدایات وتعلیمات پر عمل نہیں کر سکتا اور انسانیت کے اس شرف کو حاصل نہیں کر سکتا جو رب رحمٰن کا مقصودِ حقیقی ہے۔ امریکہ کے مشہور رسالہ ٹائمز کے مطابق آج دنیا بھر کے تقریباً سات ارب انسانوں کے حاصلِ محنت کا نوے فیصد موجودہ سرمایہ داری نظام متعارف کروانے والوں یعنی یہودیوں کے قبضے میں جا چکا ہے اور یہ عمل دن رات جاری ہے۔ دوسری طرف دنیا کے تمام لوگ دلکشیءِ حیات سے محروم ہو کر بھوک و ننگ سے بلبلاتے ہوئے جانوروں کی طرح زندہ ہیں اور اس کے نتیجے میں خودکشیاں کرنے پر مجبور ہیں۔ فیض صاحب نے اس صورتِ حال کی تصویر کشی اس طرح کی ہے:

اک گردنِ مخلوق کہ ہر حال میں خم ہے
اک بازوئے قاتل ہے کہ خوں ریز بہت ہے

اس گفتگو سے استنباط ہوا کہ انسانیت کا سب سے بڑا دشمن رائج الوقت نظامِ سرمایہ داری ہے۔ لہٰذا اگر ذلت وخواری سے جھکی ہوئی گردن کو اٹھانا منظور ہے' اگر زندگی منظور ہے' اگر دلکشیءِ حیات منظور ہے' اگر ظلم واستحصال کے اندھیروں سے نکل کر عزت وآبرو کی روشنی میں آنا منظور ہے' اگر دنیا میں سر اٹھا کے چلنا منظور ہے تو سب سے پہلے رائج الوقت طاغوتی نظام کا قلع قمع کرنا پڑے گا۔ اس سے یہ حقیقت بھی آشکار ہوتی ہے کہ کیوں رب العلمین نے ہر مسلمان کو حکم دیا کہ وہ طاغوتی نظام کا قلع قمع کر کے اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے جدوجہد کرے۔ ارشاد ہوتا ہے:

''(مسلمانو!) اللہ کی راہ میں ایسی جدوجہد کرو کہ حق ادا ہو جائے۔ (یعنی اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے تن من دھن کے ساتھ مساعیءِ جمیلہ کرو)۔ اس کام کیلئے اس نے تمہیں چن لیا ہے۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کا دین تمہارے لیے بارِ گراں نہیں ہے۔ یہ تمہارے باپ ابراہیمؑ کا دین (یعنی نظامِ زندگی) ہے'' (الحج: 78)۔

یہ آیت کریمہ ہمیں بتا رہی ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی فوج ہے۔ اس کا سالارِ اعلیٰ حکم دے رہا ہے کہ اسلامک سسٹم کے نفاذ کے لیے تن من دھن کے ساتھ جدوجہد کرو۔ نکلو گھروں سے خواہ ہلکے ہوں یا بھاری (التوبہ: 41)۔ اس حسین جدوجہد میں اگر دشمنانِ اسلام حائل ہوں اور جنگ پر آمادہ ہوں تو تم بھی ان کے ساتھ جنگ کرو (التوبہ 119)' اس یقینِ محکم کے ساتھ کہ ہم کمزور ہیں تو کیا ہوا' یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ جنگ کی صورت میں بلا تاخیر پانچ ہزار چیدہ چیدہ فرشتے مدد کو بھیجے گا (آلِ عمران: 125)۔ دوسرے لفظوں میں اللہ تعالیٰ کی نصرت اور نوید کامیابی کے ساتھ جہاد کرنا ہے' شرط یہ ہے کہ اس کام کیلئے ہم گھروں سے نکلیں۔ جہاد کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے پیغمبر اعظم ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص مر گیا اس حالت میں کہ نہ اس نے جہاد کیا اور نہ ہی اس کے دل میں جہاد کرنے کی آرزو پیدا ہوئی' وہ منافق مرگیا'' (المشکوٰۃ)۔

لہٰذا اے میری قوم کے لوگو! آؤ کہ ہم یقینِ محکم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نصرت ومدد اور نویدِ کامرانی وکامیابی کو پکارتے ہوئے کاروانِ رحمت بن کر گھروں سے نکلیں اور جس طرح ہمارے بزرگوں نے پاکستان کے حصول کیلئے جدوجہد کی تھی اسی طرح ہم نفاذِ اسلام کیلئے جدوجہد کریں اس سے پہلے کہ رب کائنات اپنی سنت کے مطابق ہماری جگہ دوسری قوم لے آئے جو یہ کام کرے۔

مسلمانو! گزرے ہوئے زمانے پر نظر ڈالو۔ تاریخی عمل شاہد ہے کہ کامیابی نے ہمیشہ اس قوم کے قدم چومے ہیں جو کسی نہ کسی عقیدے کی حامل رہی ہے۔ یاد رکھو! قرآنی عقیدے سے کامل' اعلیٰ اور سچا دنیا میں کوئی دوسرا عقیدہ ہے نہ ہی ہو سکتا ہے۔

اٹھو وگرنہ حشر نہ ہو گا پھر کبھی
دوڑو کہ زمانہ چال قیامت کی چل گیا